حکمتِ سیّد مودودیؒ

اولاد، خاندان اور معاشرے کی اصلاح

(ادارہ)

(مئی ۱۹۶۸ء کو لاہور میں حلقۂ خواتین کے دو روزہ تربیتی اجتماع کے آخری اجلاس سے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے خطاب فرمایا اور خواتین کے تحریری سوالات کے جوابات دیئے۔ ان میں سے چند سوالات اور ان کے جواب پیش خدمت ہیں)۔

سوال:- جو بچے اب والدین بن چکے ہیں اور کئی جھگڑوں جھمیلوں میں بھی پھنسے ہوئے ہیں، خدا اور آخرت کی بات بالکل سننا ہی نہیں چاہتے، انہیں تبلیغ کیسے کی جائے کہ اُن کے اندر فکرِ آخرت پیدا ہو، اور وہ سب معاملات رضائے خداوندی کے مطابق انجام دینے لگیں؟

جواب:- یہ اور اس کے بعد کے کچھ اور سوالات آپس میں ایک خاص تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا مختصر جواب یہ ہے کہ ہمارا کام کسی شخص کے اندر فکرِ آخرت پیدا کر دینا نہیں ہے، بلکہ ہمارا کام فکرِ آخرت پیدا کرنے کی کوشش کرنا ہے۔ کسی کے اندر فکرِ آخرت پیدا ہو جاتے یہ ہماری ذمہ داری نہیں ہے۔ یہ اُس شخص کی اپنی ذمہ داری ہے ـــــ اور اللہ کا فضل شامل ہو اور اس کی دی ہوئی ہدایت کے لیے کان اور دل کھلے ہوں تو انسان ہدایت پا لیتا ہے۔ ہمارا کام جو کچھ ہے وہ یہ ہے کہ ہم اپنی حد تک جو زیادہ سے زیادہ کوشش کر سکتے ہیں، وہ معقول طریقے سے کریں، جس سے ہماری ذمہ داری ادا ہو جائے۔ جب کوئی بچہ بالغ ہو جائے اور خود اس کے اندر سمجھ بوجھ پیدا ہو جائے تو اس کے بعد آپ کا کام صرف اتنا ہے کہ:

آپ ایک تو اپنا صحیح نمونہ اس کے سامنے پیش کریں اور دوسرے حقِ نصیحت ایسے طریقے سے ادا کریں۔

جس سے اس کے اندر ضد پیدا نہ ہو اور اس کا ذہن اور خیالات اصلاح کی طرف مائل ہو سکیں۔

اپنا نمونہ پیش کرنے سے مراد یہ ہے کہ آپ کے اپنے طرزِ عمل سے اسے یہ محسوس ہو کہ "جن کی ہم اولاد ہیں وہ خدا سے بے نیاز اور بے فکر نہیں ہیں اور ان کے اندر خدا کے سامنے اپنی ذمہ داری اور جواب دہی کا احساس پایا جاتا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ جو کچھ ان کا جی چاہے کرتے ہوں بلکہ وہ خدا سے ڈرتے ہوئے کام کرنے والے ہیں"۔۔۔ اگر کوئی اولاد اپنے والدین میں یہ شان پائے تو آپ یقین رکھیے کہ وہ خواہ کتنی بگڑی ہوئی کیوں نہ ہو، اس کے دل میں اپنے والدین کی عزت ہوتی ہے۔ اسے یہ احساس ہوتا ہے کہ ہم بگڑے ہوئے لوگوں کی اولاد نہیں، بلکہ نیک لوگوں کی اولاد ہیں۔

جس اولاد کے دل میں اپنے والدین کے لیے کوئی عزت نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ دراصل یہ ہوتی ہے کہ والدین نصیحت تو کچھ اور کرتے ہیں مگر ان کا عمل کچھ اور ہوتا ہے۔ اگر وہ اپنے والدین میں واقعی ایک سچے مسلمان کی سی زندگی پائیں تو میں نہیں سمجھتا کہ کوئی بگڑے سے بگڑا آدمی بھی ان کے لیے اپنے دل میں احترام محسوس نہ کرے۔۔۔ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ مذہبی کہلاتے ہیں، پیر ہیں یا عالم ہیں ان کی اولاد دھریہ (ATHEIST) اور کھلم کھلا دین کی مخالف اور دین کا مضحکہ اڑانے والی بن رہی ہے، بلکہ بعض اوقات دہریت اور کفر و الحاد کی تبلیغ کرنے والی بن رہی ہے۔ جب کبھی بعض خاندانوں میں، میں نے یہ نقشہ دیکھا تو مجھے معلوم یہی ہوا کہ بظاہر وہ بڑے دیندار خاندان ہیں۔ لیکن دراصل وہاں دین کا محض نام ہوتا ہے۔ اسی لیے ان کی اولاد کے دل میں دین اور اہلِ دین کا وقار ختم ہو جاتا ہے۔ دینداری کی نمائش اور چیز ہے اور دین پر عمل کرنا دوسری چیز ہے۔ جہاں سچی دینداری ہوتی ہے وہاں اگر اولاد بگڑتی بھی ہے تو کسی بری صحبت سے بگڑتی ہے لیکن اپنے والدین کی کسی بری مثال کو دیکھ کر نہیں بگڑتی۔ بلکہ اگر وہ یہ دیکھتے ہوں کہ ان کے والدین واقعی خدا سے ڈرنے والے ہیں تو ان کے دل اپنے طرزِ عمل کو مسلسل محسوس کرتے رہتے ہیں اور یہ احساس کسی نہ کسی وقت جاگ کر اپنا رنگ دکھاتا ہے۔۔۔ چنانچہ جن لوگوں میں واقعی دیانت داری پائی جاتی ہے ان کی اولاد کے متعلق دیکھا گیا کہ وہ اگر بگڑے ہوئے بھی ہیں تو آگے چل کر سنبھل جاتے ہیں، کیونکہ ان کے اوپر خود اپنے والدین کا گہرا اثر ہوتا ہے۔

اِن مثالوں سے میری مراد یہ ہے کہ اگر ہم اصلاح کرنا چاہتے ہیں تو سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ ہم اپنی اولاد کے سامنے اپنی بری مثال پیش نہ کریں۔ بلکہ ہمیشہ اچھی مثال پیش کریں۔

دوسری چیز ہے حکمت کے ساتھ تبلیغ کرنا

بعض لوگ بے جا اور بھونڈے طریقے سے تبلیغ کرتے ہیں جس سے آدمی کے اندر اُلٹی ضد پیدا ہونے لگتی ہے۔ حکمت کے ساتھ تبلیغ کرنا یہ ہے کہ اگر آپ دیکھیں کہ آپ کی اولاد پر تعلیم کے یا بُری صحبتوں یا ماحول کے بُرے اثرات پڑ رہے ہیں تو انہیں یکایک، جبر کے ساتھ اس سے ہٹانے کی کوشش نہ کریں، بلکہ کوشش یہ کریں کہ ان کے خیالات کی اصلاح ہو۔ ان کے اندر رفتہ رفتہ، مناسب موقع دیکھ کر صحیح خیالات اُتارے جائیں۔ اس کے ساتھ انہیں اسلامی لٹریچر کا مطالعہ کرنے کی طرف توجہ دلائی جائے۔ اگر والدین معقول طریقے سے اولاد کو توجہ دلائیں تو وہ کچھ نہ کچھ پڑھنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ خود ہمارے اپنے لٹریچر میں اس سلسلے کی کچھ کتابیں مثلاً خطبات اور دینیات وغیرہ اگر بچوں کو پڑھوائی جائیں تو اُن میں سے بیشتر کی کم از کم خیالات کی اصلاح ہو جائے گی۔ اگر وہ ماحول کے اثرات سے غلط راستے پر جا رہے ہوں گے تو ان کے اندر یہ احساس پیدا ہو جائے گا کہ یہ ماحول غلط ہے اور ہمیں کبھی نہ کبھی اپنی اصلاح کرنی چاہیے۔ کم از کم اتنا ہو گا کہ ان کے دل میں دینی افکار و خیالات اور طریقوں کی عزت پیدا ہو جائے گی۔ وہ یہ محسوس کریں گے کہ حق وہی ہے جو اسلام کی تعلیمات پیش کر رہی ہیں اور اگر ہم غلط راستوں پر جا رہے ہیں تو یہ ہماری غلطی ہے۔ لیکن اس حق میں کوئی باطل نہیں ہے جو ان تعلیمات اور ان کتابوں میں پیش کیا گیا ہے۔ اگر ان دو طریقوں پر عمل کیا جائے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہیں۔ اس کے باوجود کوئی درست نہ ہو تو یہ آپ کی ذمہ داری نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہ فرمایا ہے کہ:

اِنْ عَلَیْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ

تمہارا کام پہنچا دینا ہے

اس کے باوجود اگر کوئی درست نہیں ہوتا تو یہ اس کی اپنی ذمہ داری ہے، تمہاری نہیں ہے۔

سوال: بچوں میں خدا کی پہچان پیدا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ خصوصاً ان بچوں میں جو کالج میں تعلیم پا رہے ہوں اور دین پسند ماں کی بات، خواہ وہ کیسے ہی اچھے طریقے سے کہے، ان

(باقی بر صفحہ ۴۷)

اِس طرح کا آدمی سرحد میں ہو یا پنجاب میں یا سندھ میں —— انگلستان کا ہو یا جرمنی کا؟ فارسی بولے یا سواحلی، حبشی ہو یا رُومی، وہ سب ایک گروہ اور ایک پارٹی ہیں — سچائی، امن اور خدمت کے سپاہیوں کی پارٹی۔ اور جو لوگ اس راستے کے خلاف ہوں، وہ سب کے سب دوسری پارٹی۔

براہِ کرم اس اصل مسئلے پہ آیئے جس کا حل دُنیا کو نہیں مِل رہا۔

کیا وہ حل کسی خاص زبان کا بولنا ہے؟

(بشکریہ حکمتِ سیّد مودودیؒ)

کو کاٹ کھاتی ہو؟

جواب: جب آپ دیکھیں کہ بات کاٹ کھاتی ہے تو جان لیں کہ ایسی حالت میں بار بار اصرار کر کے بات کہنا اُلٹا ضد پیدا کرے گا۔ بہتر طریقہ یہ ہے کہ کوئی مناسب موقع دیکھ کر اسے سمجھایا جائے کہ تمہیں اپنے دین کے متعلق بھی کچھ نہ کچھ واقفیت حاصل کرنی چاہیے۔ یعنی آپ بات کو اس نکتہ سے شروع کریں کہ وہ دین سے آگاہ ہونے کی ضرورت محسوس کرے اور اگر وہ اس ضرورت کو محسوس کر لے تو اُسے دینی لٹریچر میں سے مناسب کتابوں کا مطالعہ کرائیں۔ محض زبانی بحث سے آدمی ضد میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جب وہ کسی وقت بیٹھ کر ٹھنڈے دل سے پڑھتا ہے تو —— وہ ان چیزوں کو قبول کر لیتا ہے جنہیں وہ زبانی گفتگو میں قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ ماخوذ از "ذکریٰ" رام پور انڈیا۔